اللہ تعالیٰ

کا

وجودِ ذی جود

حبیب اللہ علاقہ بند

ناشر

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں و کشمیر

جمعیۃ منزل، بربرشاہ، سری نگر ۱۹۰۰۰۱

اللہ تعالیٰ

کا

وجودِ ذی جود

حبیب اللہ علاقہ بند

جنرل سکریٹری جمعیت اہل حدیث جموں وکشمیر

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں وکشمیر

جمعیۃ منزل بربرشاہ، سری نگر۔ ۱۹۰۰۱ (کشمیر)

مفت برائے تقسیم

پیش لفظ

آج جب کہ اسلام کو ہر طرف سے خطرات نے آگھیرا ہے ، مادیت ورأس مالیت کے یلغار نے روحِ اسلام کو مجروح کردیا ہے ۔ اس کے صاف وشفاف جسم کو داغ دار کردیا ہے تو ضرورت ہے کہ اس کے زخمِ جگر کو دھویا جائے ، اس کے پاک جسم سے بدنما دھبّوں کو چھڑایا جائے اور اس کی پاکیزہ تعلیمات کو عام کیا جائے ۔

اسی مقصد کی تکمیل کے لئے مسلمانوں کا ایک باکردارہ "سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ" جموں وکشمیر نے اصلاحِ عمل وعقیدہ، فکرِ اسلامی کی تطہیر اور ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کے لئے حتی المقدور جد وجہد کررہا ہے ۔ کئی اہم دینی کتابوں کو چھاپ کر ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کرتا ہے جس کے مطالعہ سے بیشمار لوگوں کو صحیح دین کی سمجھ مل رہی ہے ۔

یہ خیراتی ادارہ ہر طرح سے مسلمانوں کی خدمت کرتے رہنا فرض سمجھتا ہے ۔ عام مسلمان بھائیوں سے اپیل ہے کہ وہ اس کام میں شریک ہوکر فلاحِ دارین حاصل کریں ۔

چیرمین

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں وکشمیر

بربرشاہ، سری نگر ۱۹۰۰۰۱ (کشمیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موجودہ دور میں جبکہ دنیا میں فتنہ و فسادات اور دہریت و مادیت کا دور دورہ ہے۔ لوگوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کے وجودِ ذی جود کی منکر ہو گئی ہے، مشکل سے کوئی شخص غور و فکر سے کام لیتا نظر آتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ مادیت اور عیش پرستی کی ہوس نے لوگوں کو اندھا بنا دیا ہے۔ ہر شخص کی یہی خواہش رہتی ہے کہ وہ مذہب کی بندشوں سے آزاد ہو کر بے قید زندگی بسر کرے۔ اس تڑپ میں وہ اخلاق اور انسانیت کو خیرباد کہہ کر مادہ پرست دہریوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے وجود کا ہی انکار کرتا ہے۔ دنیا میں کسی حلقے کی طرف سے خرافات کی آواز اٹھتے ہی تمام مادہ پرست چوپایوں کی طرح اس پر لبیک کہتے ہیں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا یہ مقولہ حرف بہ حرف پورا ہو رہا ہے۔

نمے بینی کہ گاوے در علف زار   بیالاید ہمہ گاوانِ دہ را
چو از قومے یکے بیدانشی کرد   نہ مہ را منزلت ماند نہ کہ را

تمام اصحابِ فہم و فراست اس صورت حال پر انگشت بدنداں ہیں۔ لیکن ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ بلکہ سب انکار خداوندی کے وبائی مرض میں

خود کو مبتلا کرتے جا رہے ہیں۔

یہ رسالہ لکھنے میں میرا یہ مقصد ہے کہ منکرینِ خدا کو عقلیت کی بنا پر کچھ واقعاتِ زمانہ پیش کر کے گمراہی کے گڑھے سے واپس نکالا جائے۔ اس غرض کے لئے میں نے مستند کتابوں اور اخبارات کے حوالے بھی دے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس کوشش کو کامیابی عطا کرے اور میرا یہ چھوٹا سا رسالہ وجود خدا کے منکرین کی ہدایت کا ذریعہ بنے۔ (آمین)

حبیب اللہ علاقہ بند

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

یہ ایک تواریخی حقیقت ہے کہ دنیا میں ابتدا سے ہی کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے وجودِ ذی جود کے بارے میں شک کرتے رہے ہیں ایسے ہی شک کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے سورہ دخان میں فرماتا ہے: رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَہُمَا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِیۡنَ ۝ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ رَبُّکُمۡ وَرَبُّ اٰبَآئِکُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ۝ بَلۡ ہُمۡ فِیۡ شَکٍّ یَّلۡعَبُوۡنَ ۝ یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان ہر چیز کا رب ہے۔ اگر تم واقعی یقین رکھنے والے ہو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی زندگی دیتا ہے اور مارتا ہے وہی تمہارا اور تمہارے اسلاف کا رب ہے۔ یہ لوگ اپنے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور لہو لعب میں مشغول ہیں۔

یہ آیہ کریمہ واضح طور پہ بیان کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرنے والے کبھی کائنات اور مخلوقات کے بارے میں غور و فکر سے کام نہیں لیتے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو انھیں یقین ہو جاتا کہ کوئی چیز صانع کے بغیر وجود میں نہیں آتی ہے۔ اس کائنات کا ضرور کوئی بنانے والا اور اس کا انتظام کرنے والا ہے۔

قائلینِ مادہ ہر جگہ اس گمراہی میں مبتلا ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کوئی چیز نہیں اور

اس کا مطلق کوئی وجود ہی نہیں (العیاذ مابعد) کیونکہ کائنات کی ہر چیز جس کا وجود ہو سکتا ہے۔ انسان کو دکھائی دیتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ انسان کو دکھائی نہیں دیتا اس لئے ان کے زعمِ باطل کے مطابق اس کا وجود ہی نہیں۔ اسی خیال باطل کے تحت وہ فرشتوں جنوں اور غیب کی ہر چیز کے وجود کا انکار کر رہے ہیں۔ وہ غیب کی چیزوں کو حس ظاہری سے طلب کرتے ہیں۔ ان ہی منکرین خدا میں کیمونسٹ شامل ہیں چنانچہ مارکسسٹ کیمونسٹ ڈکشنری میں 'انسان کی بہادری' کے عنوان کے تحت ایک فقرہ یوں ہے" انسانوں کو خدا نے نہیں بنایا بلکہ خدا خود انسانی ذہن کی پیداوار ہے"

جہاں تک اللہ تعالیٰ کا تعلق ہے۔ اسے کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ یہی اللہ تعالیٰ کے آخری کلام یعنی قرآن کریم کی آواز ہے۔ فرمایا ہے۔ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ (انعام) یعنی کوئی آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی۔ بلکہ وہ (خدا) ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا" بار الٰہی مجھے اپنا وجودِ ذی جود دکھا" اللہ تعالیٰ نے فرمایا" اے موسیٰؑ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا البتہ تو اس پہاڑ کی طرف دیکھ۔ میں تجھے اپنا نور (وجود) دکھادوں گا۔ حضرت سیّدالانبیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں اللہ تعالیٰ کے اتنے نزدیک ہوئے کہ بیچ میں صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔ آپؐ نے بھی اللہ تعالیٰ کے نور ہی کو دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (شوریٰ) یعنی تصورات میں اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کے مانند نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ اس لئے اس کے وجودِ ذو جود کو کوئی مخلوق کیوں کر دیکھ سکے گا۔ البتہ یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں دکھاتا ہے جن سے اس کے وجود ذی جود کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ (غافر) اسی طرح سورہ نمل میں فرمایا ہے ۔ وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ سَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ فَتَعْرِفُوْنَھَا ط وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ یعنی آپؐ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ عنقریب تم کو اپنی ظاہر و باطن نشانیاں دکھائے گا۔ جن کو تم پہچان لوگے (اس کے باوجود) جو کچھ تمہاری روش رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

اب چونکہ قائلین مادہ۔ دہری ملحد اور فتنہ پرور لوگ نشانات الٰہی پر باور نہیں کرتے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے وجود ذی جود کا سرے سے ہی انکار کر گئے۔ ان کے نزدیک چیزوں اور ان کی فطرت NATURE میں لزوم عقلی ہے۔ وہ عجائبات قدرت کو خالق کا تصرف نہیں سمجھتے بلکہ ان کو قوی نفسانیہ اور اسباب طبیعیہ میں منحصر سمجھتے ہیں۔ اس کے برعکس اہلِ اسلام ان اسباب کا انکار تو نہیں کرتے لیکن اس کے ساتھ وہ ایک ایسی بالاتر ہستی او ما فوق الفطرت طاقت SUPERNATURAL POWER کا اقرار کرتے ہیں جو ہر ضابطہ و قاعدہ سے باہر ہے۔ خود مادہ اور اس کے خواص سب اس کی قدرت کے ماتحت ہیں۔ نظامِ فطرت اور نظامِ قدرت کا ذکر اس رسالے میں آگے چل کر کیا جائے گا۔ یہاں سوال یہ ہے کہ کیا ہر اس چیز کے وجود کا انکار کرنا حق بجانب ہو سکتا ہے جو انسانی آنکھ کو نہ دکھائی دے۔ جہاں تک چیزوں کے وجود کا تعلق ہے۔ کائنات میں بہت سی ایسی چیزیں موجود ہیں۔ جنھیں دیکھا نہیں جا سکتا۔ لیکن موجودہ سائنسی دور میں ان کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے۔ مثلاً ایٹم میں ایک ایسا ذرّہ ہے جسے نیوٹرینو NUTRINO کہا جاتا ہے۔ اس میں کوئی برقی چارج نہیں۔ گویا وہ ایک لاشئے ہے۔ پھر بھی سائنسی دنیا میں اس کا وجود تسلیم کیا

جاتا ہے ۔ایک سائنسدان نے کہا ہے ۔

NUTRINO IS A TINY BUNDLE OF NOTHING

روح بھی ایک ایسی چیز ہے ۔ جسے ہم کسی بھی آلہ سے نہیں دیکھ سکتے پھر بھی روح کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے ۔حالیہ خوردبینوں کے ایجاد سے پہلے کسی نے بھی پانی، ہوا اور خون کے قطروں میں وہ جراثیم نہیں دیکھے تھے ۔جواب ہر آنکھ خوردبین سے دیکھ سکتی ہے ۔تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ خوردبین کی ایجاد سے پہلے ان جراثیم کا وجود ہی نہ تھا ۔اسی طرح کشش ثقل کو بھی نہیں دیکھا جاتا ہے ۔لیکن اس کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے ۔غرض کائنات میں کئی ایسی چیزیں وجود رکھتی لیکن انھیں دیکھا نہیں جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ بھی ایک ایسی طاقت ہے ۔جسے کوئی آنکھ دیکھ نہیں سکتی ۔لیکن جس کے وجود کا انکار سوائے احمق کے کوئی نہیں کرسکتا ۔

اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار بہت پرانے زمانے سے کیا جاتا رہا ہے اگرچہ پرانے زمانے اور موجودہ دور کے منکروں کا نظریہ مختلف رہا ہے ۔حضرت ابراہیمؑ کو ایک منکرِ خدا (نمرود لعین) سے واسطہ پڑا اس نے اس پیغمبر جلیلؑ سے خدا تعالیٰ کے وجود پر خوب بحث کی جس کی تفصیل سورہ بقرہ میں ہے ۔یہ منکرِ خدا بھی اس وقت ہکا بکا رہ گیا ۔حضرت ابراہیمؑ نے اسے کائناتی نظام کی طرف توجہ دلائی اور کہا کہ (اگر تو رب ہونے کے اپنے دعویٰ میں سچا ہے ۔تو) تو آفتاب کو جو مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہوتا ہے ۔مغرب سے چڑھا کر مشرق میں غروب کردے ۔حضرت موسیٰؑ کو بھی ایک منکر خدا سے ٹکر ہوئی ۔سورہ شعراء اور سورہ طٰہٰ میں اس پیغمبر جلیل اور فرعون لعین کی بحث کا ذکر آیا ہے ۔سورہ شعراء میں

ہے۔ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ یعنی فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے
پوچھا کہ تم جو رب کو عالمین کا پروردگار کہتے ہو وہ کیسا ہے۔۔ لفظ مَا سے
ہیئت یعنی جنس مراد ہے کیونکہ لفظ مَا کے ساتھ مجہول چیز کا سوال کیا جاتا ہے
جنس کی تعین طلب کی جاتی ہے چونکہ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ کی کوئی جنس نہیں ہے
موسیٰؑ نے اس چیز سے جواب دیا جو قدرت الٰہیہ کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔
اس لئے فرمایا۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ
یعنی وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان خلا (کائنات) کا رب ہے یعنی
اس کائنات میں اس کے وجودِ ذی جود کے ظاہر و باطن نشانات ہیں۔ اگر تم
لوگ یقین کرو اور صاحبِ بصیرت ہو تو تم اللہ تعالیٰ کے وجودِ ذی جود کا ثبوت
کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں پاؤ گے۔

اسی مباحثے میں حضرت موسیٰؑ نے فرعونِ لعین اور اس کے امراء کو فرمایا
رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ یعنی وہ مشرق اور
مغرب اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے۔ اگر تم عقل سے کام لوگے
(تو اس کا وجود ذی جود تمہیں صاف دکھائی دے گا) سورہ طٰہٰ میں فرعونِ لعین
نے رب کی جنس طلب نہیں کی بلکہ یوں سوال کیا۔ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا
يٰمُوْسٰى ۝ یعنی اے موسیٰؑ۔ تم دونوں (موسیٰؑ اور ہارونؑ) کا رب کون ہے۔
جواب میں حضرت موسیٰؑ نے فرمایا قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ
ثُمَّ هَدٰى یعنی ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل وصورت بخشی
پھر راہ دکھائی یعنی اپنے اپنے کام پر لگایا۔

حضرت موسیٰؑ کی قوم بنی اسرائیل بھی اللہ تعالیٰ کے وجود کے بارے میں راسخ عقیدہ نہیں رکھتی تھی۔ اس نے حضرت موسیٰؑ سے کہا۔ اَرِنَا اللّٰہَ جَھْرَۃً (نساء) یعنی ہمیں کھلم کھلا خدا کو دکھا دیجئے۔ اگر بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کے وجود کا یقین ہوتا تو وہ ایسے الفاظ زبان پر نہیں لاتے۔ انھوں نے ہی ایک وقت اپنے پیغمبر کو کہا تھا اِذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّا ھٰھُنَا قَاعِدُوْنَ یعنی اے موسیٰؑ جا تو اور تیرا رب لڑنے کے لئے۔ ہم یہاں ہی (نتیجے کے انتظار میں) بیٹھے رہیں گے ان الفاظ سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کے وجود ذی جود پر شک تھا۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں بھی کچھ منکرینِ خدا موجود تھے ابو یعلےٰ میں ہے کہ رسولؐ اللہ نے ایک دن ایک مغرور سردار (جس کا نام غالباً نضر بن حارث تھا) کو بلانے کے لئے ایک ایلچی بھیجا۔ اس مغرور نے کہا کون رسولؐ اللہ اور کون اللہ۔ اللہ سونے کا ہے یا چاندی کا یا پیتل کا؟ قاصد واپس آیا اور حضورؐ سے یہ ذکر کیا۔ آپؐ نے تین بار اسے بلانے کے لئے قاصد بھیجا۔ اس مغرور نے ہر بار یہی جواب دیا۔ اتنے میں ایک بادل اس کے سر پر آگیا۔ کڑکا اور اس سے بجلی گری اور اس کے سر سے کھوپڑی اڑا لے گئی۔ اسی موقعے پر سورہ رعد کی یہ آیت نازل ہوئی۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ

وہ خدا وہی ہے۔ جو تمہیں بجلی کی چمک ڈرانے اور امید دلانے کے لئے دکھاتا ہے اور بوجھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے

وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ۔

گرج اس کی تسبیح وتعریف کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے۔ وہی خدا بلندی سے بجلیاں گراتا ہے اور جس پر چاہتا ہے ڈالتا ہے۔ کفار خدا کے بارے میں لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سخت قوت والا ہے"۔

اس مغرور شخص کی کھوپڑی بجلی سے علیحدہ ہونے کو محض ایک حادثہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ عقل وفہم والے لوگ اس میں اللہ تعالیٰ کے وجود ذی جود کا بیّن ثبوت پاتے ہیں چونکہ اس منکر خدا نے "کون اللہ" کہہ کر وجودِ خدا کو چیلنج کیا تھا اللہ تعالیٰ وہیں بجلی سے اس کا سر اڑا کر اپنے وجودِ ذی جود کا ثبوت دیا تھا۔

حالیہ تواریخ میں روس میں ایک ایسا واقعہ ہوا۔ جس میں اللہ تعالیٰ کے وجودِ ذی جود کا واضح ثبوت مل گیا۔ اپریل ۱۹۵۵ء میں روسی حکومت نے ایک خلائی جہاز مدار میں بھیج دیا۔ مدار میں کچھ دن ٹھہرنے کے بعد یہ خلائی جہاز بمعہ اپنے خلا باز یوری گگارن YURI GAGARIN زمین پر واپس آیا۔ زمین پر واپس پہنچنے کے بعد اس وقت کے روسی وزیر اعظم خوروچیف یا خود اسی خلا باز نے کہا۔ I DID NOT SEE ANY GOD THERE یعنی میں نے وہاں کوئی خدا نہیں پایا (الفاظ لگ بھگ ایسے ہی تھے) یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے وجود کے لئے چیلنج تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس چیلنج کا جواب جس طرح دیا۔ اس سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

اتفاق ایسا ہو کہ اس کے دو تین سال بعد اسی خلا باز کو پھر خلا میں جانے

کا موقع ملا۔ اس وقت اس کے ہمراہ دو ساتھی تھے۔ خلائی جہاز جب مدار میں پہنچا تو وہ اچانک زمین پر اتنے زور سے گر پڑا کہ اس کا اور اس کے خلا بازوں کا ریزہ ریزہ ہو گیا۔ صاحبِ بصیرت لوگ جان گئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود ذی جود کا مظاہرہ کر کے اس چیلنج کا مناسب ترین جواب دیا اگر خلا باز اپنے پہلے بیان کے بعد زمین پر کسی سبب مر جاتا تو اس کا چیلنج بدستور قائم رہتا۔ لیکن چونکہ اس نے کہا تھا کہ اس نے خلا میں کوئی خدا نہیں پایا۔ اللہ تعالیٰ نے خلا میں ہی اس کی موت کا سامان بنایا اور اپنی مافوق القوت کا بھرپور مظاہرہ کر کے اپنے وجود کا ثبوت دیا۔

منکرینِ خدا علت و معلول۔ کبھی اتفاقی حوادثات کبھی فلسفۂ ارتقا اور کبھی BIG BANG یعنی عظیم تھپیڑ کا سہارا لیتے ہیں۔ لیکن یہ تمام نظریات غلط ثابت ہوئے ہیں۔ نظریۂ اتفاقات کا حاصل یہ ہے کہ اب اسے کروڑوں اور اربوں سال پہلے کائنات کا کوئی وجود نہیں تھا۔ نہ نظامِ شمسی تھا۔ نہ زمین و آسمان۔ نہ نباتات تھے اور نہ حیوانات۔ البتہ فضا کے اندر مادہ موجود تھا۔ جو شروع میں معتدل اور غیر متحرک تھا۔ مادہ کی اس ہیئت پر ایک زمانہ دراز گزرا۔ پھر ایسا ہوا کہ پرسکون مادہ میں غیر ارادی اور اتفاقی طور پر خلل واقع ہوا۔ ایک بڑے تھپیڑ سے وہ فضا میں پھیل گیا۔ یہاں تک کہ جابجا پھیلا ہوا مادہ سمٹ کر مختلف جگہوں میں یکجا ہونے لگا۔ پھر رفتہ رفتہ اس جمع شدہ مادہ سے کُل کائنات۔ چرند پرند۔ نباتات و جمادات اور حیوانات وجود میں آ گئے اور خلا میں چکر لگاتی ہوئی رنگ و بو سے معمور یہ دنیا آباد ہو گئی عظیم تھپیڑ کے اس نظریے کو اب خود سائنسدان غلط بتانے لگے

ہیں۔ چنانچہ اب اعتراف کیا جاتا ہے کہ عظیم تھپیڑا چانک نہیں تھا۔ بلکہ یہ پوری تدبیر کے ساتھ واقع ہوا۔ (گویا کسی صانع نے اپنی تدبیر سے کائنات کو وجود میں لایا)

اخبار ٹائمز آف انڈیا مورخہ گیارہ دسمبر ۱۹۷۷ء کے مطابق کیلیفورنیا یونیورسٹی کے دو سائنسدانوں ڈاکٹر جارج سموٹ (DR. GEORGE SMOOT) اور ڈاکٹر رچارڈ میولر (DR. RICHARD MULLER) نے اعتراف کیا ہے "BIG BANG WAS A MUCH SMOOTHER AND MORE ORDERLY EVENT THAN POPULARLY IMAGINED"

یعنی عظیم تھپیڑ کے بارے میں جو عام خیال پایا جاتا ہے وہ ایسا نہیں ہوا ہے بلکہ یہ پوری تدبیر سے پرسکون طریقے پر ہوا ہے۔ ڈاکٹر سموٹ نے یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ سپرنوا (SUPER NOVA) جیسا کوئی دھماکا نہیں ہوا ہے۔ مولانا وحیدالدین خاں کی کتاب "اللہ اکبر" کے مطابق ایک ممتاز ریاضی دان۔ سر مائیکل فرانسس اتیا نے کہا ہے کہ خدا (خالق کائنات) ایک ریاضی دان ہے۔ ایک سائنسداں سر جیمز جینز نے پچاس سال سے زیادہ عرصہ پہلے کہا کہ کائنات ایک ریاضی داں کا عمل ہے۔ اس سے بھی صدیوں پہلے فیثاغورث نے کہا تھا کہ تمام چیزیں دراصل گنتیاں ہیں۔ پکاسو کے خیال میں خدا ایک فنکار ہے۔ آئنسٹن نے کہا تھا کہ خدا لطیف ہے۔ غرض یہ اور دیگر متعدد سائنسدان اللہ تعالیٰ کے وجود ذی جود کا غیر مبہم الفاظ میں اقرار کرتے ہیں۔

اخبار ٹریبون مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۲ء کے مطابق اپالو ۱۵ میں امریکہ کے جو تین خلا باز چاند پر گئے تھے۔ ان میں سے ایک خلا باز۔ کرنل جیمز اروِن (COL.JAMES IRWIN) نے ایک انٹرویو میں کہا کہ اگست ۱۹۷۲ء کا وہ لمحہ

میرے لئے بڑا عجیب تھا۔ جب میں نے چاند کی سطح پر قدم رکھا۔ میں نے وہاں خدا کی موجودگی کو محسوس کیا۔ میری روح پر ایک وجدانی کیفیت طاری تھی اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے خدا بہت قریب ہو" اس بیان سے منکرینِ خدا کی آنکھیں کھل جانی چاہیے تھیں لیکن وہ جانتے ہیں۔ کہ اگر انھوں نے خدا تعالیٰ کے وجود کا اعتراف کیا تو وہ اس دنیا میں بے قید زندگی نہیں گزار سکیں گے۔ انھیں جزا و سزا اور اگلی زندگی ماننی پڑے گی اس عیش پرستی کی ہوس میں اکثر لوگ عقبیٰ کا انکار کر رہے ہیں۔ قرآن حکیم کے مطابق وہ لوگ کہتے ہیں۔ وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ یعنی زندگی بس یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے۔ یہیں ہمارا مرنا اور جینا ہے اور گردشِ ایام کے سوا کوئی چیز نہیں جو ہمیں ہلاک کرتی ہو بعینہٖ یہی خیال موجودہ زمانے کے منکرینِ خدا کا ہے اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتا ہے وَمَا لَهُمْ بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ (جاثیہ) یعنی اس معاملے میں ان کے پاس کوئی علم نہیں۔ یہ محض گمان کی بنا پر یہ باتیں کرتے ہیں۔ اسی سورہ مبارک میں اللہ تعالیٰ ان کی اس جہالت کا یوں جواب دیتا ہے۔ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ یعنی (نادانو۔ تم گردشِ ایام سے نہیں مرتے) بلکہ اللہ تعالیٰ ہی تمہیں زندگی بخشتا ہے۔ پھر وہی تم کو موت دیتا ہے (پھر تم ایسے ہی بلا پوچھے نہیں رہو گے بلکہ) اللہ تعالیٰ ہی تم کو قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں مگر اکثر لوگ بے علم ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں منکرین وملحدین کو بار بار دعوت دیتا ہے کہ وہ کائنات کی طرف نظر کر کے ذرا سوچیں کہ اتنا بڑا ڈیزائن کسی ڈیزائنر کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کائنات کی ہر چیز کا بلا عیب کام اس بات کی دلالت کرتا ہے۔ کہ کوئی طاقت ضرور موجود ہے۔ جو اسے قطعیت کے ساتھ اپنے کام پر رواں دواں رکھتی ہے اگر ایک بلید الذہن انسان بھی غور وفکر سے کام لے گا تو اسے نیوٹن آئنسٹن اور دیگر سائنسدانوں کی طرح صاف دکھائی دے گا کہ نظام کائنات کو متحرک رکھنے کے پیچھے خدائی ہاتھ ہے۔ یہی اللہ کے وجود ذی جود کا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ روم میں فرماتا ہے :

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ

یعنی کیا انھوں نے اپنے دل میں نہیں سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان خلا کو بہترین قرینے سے مقررہ وقت تک کے لئے پیدا کیا ہے۔ البتہ اکثر لوگ اپنے رب کی ملاقات (خدا تعالیٰ کے وجود) کے منکر ہیں۔

سورہ لقمٰن میں فرمایا :

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۭ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ

یعنی کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور اسی نے تمہیں اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی۔ لیکن بعض لوگ اللہ کے (وجود کے) بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ حالانکہ انھیں

لَا هُدًى وَّلَا كِتَابٍ مُّنِيْرٍ — علم وہدایت اور روشن کتاب (دلیل) نہیں ہے

سورہ ملک میں اللہ تعالیٰ انسان کو پھر دعوت دیتا ہے کہ وہ اپنے اوپر آسمان کی طرف دیکھ کر غور کرے کہ کیا یہ بے صانع ہو سکتا ہے۔ فرماتا ہے۔

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَ زَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ

یعنی وہ آسمان کی طرف کیوں نہیں دیکھتے جو ان کے اوپر ہے (وہ اس بارے میں غور کیوں نہیں کرتے کہ) ہم نے اسے کس طرح بنایا اور اسے مزین کیا ہے۔ اپنے (بے عیب طریقے پر کہ) اس میں معمولی سا شگاف بھی نہیں۔

ایک شاعر ابن معتز نے سچ کہا ہے۔

وَفِیْ كُلِّ شَیْءٍ لَّهٗ اٰیَةٌ۔ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ وَاحِدٌ یعنی ہر چیز میں نشانی ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے۔ غور وفکر کرنے والے حضرات اگر آفتاب کی حرارت پر ہی سوچ لیں گے تو انھیں یہاں بھی خدائی ہاتھ دکھائی دے گا۔ یہی گرمی انار کو میٹھا، انگور کو تر اور گیہوں کو خشک کر دیتی ہے۔ خشخاش کے پھول کو سفید اور گل لالہ کو سرخ کر دیتی ہے حالانکہ ان سب کو ایک ہی پانی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يُسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِى الْاُكُلِ

یعنی ان سب کی سینچائی ایک ہی پانی سے ہوتی ہے لیکن پھلوں میں ایک دوسرے پر ترجیح ہے۔

زمین و آسمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ انسان کو بار بار متنبہ کرتا ہے کہ یہ محض کھیل تماشا کے لئے نہیں بنائے گئے ہیں سورہ ص میں فرمایا ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ

ہم نے آسمان و زمین اور خلا کو بے مقصد نہیں بنایا یہ خیال کہ یہ یونہی وجود میں آ گئے ہیں وجود خداوندی سے انکار کرنے والوں کا زعم باطل ہے۔ پس ایسے منکروں کے لئے جہنم کے نار کی خرابی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ منکروں سے کہتا ہے کہ اچھا اگر تم آسمانوں کی تخلیق پر غور نہیں کرتے تو کم سے کم اسی زمین کے بارے میں غور و فکر کرو جس پر تم رہتے ہو۔

سورہ شعراء میں فرمایا:

اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ط وَكَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

یعنی کیا وہ زمین کی طرف نہیں دیکھتے کہ کس طرح ہم نے اس میں ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے اس میں اللہ تعالیٰ (کے وجود ذی جود) کی واضح نشانی ہے لیکن ان میں سے اکثر یقین نہیں کرتے

سورہ ذاریات میں اس بات کا پھر اظہار کیا کہ وَفِي الْاَرْضِ اٰيَاتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ یعنی یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی صناعی کی نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ منکروں سے فرماتا ہے کہ (اچھا اگر تم نہ آسمانوں کی بناوٹ پر اور قطعیت کے ساتھ اجزائے کائنات کے کام پر اور نہ ہی زمین کی بناوٹ اور اس کی پیداوار پر غور کرنا مانتے ہو تو) خود اپنی ہی جسمانی ساخت اور انسانی مشینری پر غور کرو (یہ بھی تم کو وجود خدا کے بارے میں مطمئن کرے گا) چنانچہ فرمایا وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ یعنی تمہارے جسموں میں بھی اللہ تعالیٰ

نشانیاں ہیں۔ تم کیوں غور و فکر کر کے نہیں دیکھتے۔

سلسلہ دلائل کو جاری رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ انسانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ اچھا اگر تم نہ آسمانوں۔ نہ زمین اور نہ خود اپنے جسموں کی ساخت پر غور کرنے پر تیار ہو تو کم سے کم اپنے جانوروں پرندوں اور چوپایوں پر ہی غور کرو۔ چنانچہ سورہ نحل میں فرمایا:

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً	یعنی تمہارے چوپایوں میں بھی نشانیاں
نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ	ہیں کہ ہم ان کے پیٹ سے خون اور گوبر
مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا	کے درمیان میں سے تم کو خالص دودھ
خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ	پلاتے ہیں جس کو پینے والے آسانی سے پی جاتے ہیں

پھر شہد کی مکھی کا خاص طور پر ذکر کر کے فرماتا ہے۔

يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ	یعنی ان کے پیٹ سے شہد نکلتا ہے۔ جس
مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ	کے رنگ مختلف ہیں۔ ان میں لوگوں کے
شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لئے شفا ہے۔ بے شک غور و فکر کرنے
لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ	والوں کے لئے اس میں نشانی ہے۔

سورہ نحل کی ان آیات میں خون کے دورہ CIRCULATION OF BLOOD کا واضح اشارہ ہے۔ غالباً ان ہی آیات سے اشارہ لے کر برطانیہ کے ولیم ہاروے (۱۵۷۸-۱۶۵۷) نے نزولِ قرآن کے ایک ہزار سال بعد حضرت کے دورہ کا انکشاف کیا۔ دورۂ خون کا سہرا دراصل اسلام کے سر ہے۔ اس کا اعتراف قرآن کریم اور حدیث پاک پر تدبر کرنے والا ہر شخص کر سکتا ہے

حدیث پاک میں حضرت مخبرِ صادقؐ نے چودہ سو سال پہلے یہ صداقت یوں بیان فرمائی ہے:

اِنَّ الشَّیطٰنَ یَجرِیْ کَمَجْرِی الدَّمِ — شیطان انسان میں اسی طرح تیرتا ہے جس طرح خون اس کے جسم میں دورہ کرتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ہوا اور پانی کا ذکر کرکے انسان کو دعوت دیتا ہے کہ وہ ان پر غور و فکر کرے۔ جس کرۂ زمین پر انسان رہتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی زندگی کے لئے ہوا رکھی ہے۔ یہ ہوا صرف لگ بھگ دو سو میل کی بلندی تک ہے۔ انسان جوں جوں اوپر جاتا ہے ہوا پتلی ہوتی جا رہی ہے اور بیس ہزار فٹ سے زیادہ بلندی پر انسان کا دم گھٹنے لگتا ہے اللہ تعالیٰ سورہ انعام میں فرماتا ہے۔

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِ یَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ وَ مَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّہٗ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ — اللہ تعالیٰ جس کو راہ راست پر ڈالنا چاہتا ہے۔ اس کے سینے کو اسلام کے لئے کشادہ کرتا ہے اور جس کو گمراہ رکھنا چاہتا ہے۔ اس کے سینے کو اسی طرح تنگ کرتا ہے جس طرح بلندی کی طرف چڑھنے والے کا دم گھٹتا ہے۔

جہاں تک زمین کی سطح پر ہوا کا تعلق ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اکیس فی صد کے تناسب سے آکسیجن رکھا ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ تناسب بڑھ کر پچاس فی صد ہو جائے تو سارا عالم جل کر خاکستر ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر آکسیجن کا تناسب گھٹ جائے تو جملہ خلائق کا دم گھٹ جائے گا۔ آکسیجن کے اس تناسب

میں خدائی طاقت کارفرما ہے۔

پانی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورہ مومنون میں فرماتا ہے۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ	ہم نے آسمان سے ٹھیک حساب کے مطابق ایک خاص مقدار میں پانی اتارا اور اس کو زمین میں ٹھہرا دیا۔ ہم اسے جس طرح چاہیں غائب کر سکتے ہیں۔

ابتدائے آفرینش میں اللہ تعالیٰ نے بیک وقت اتنی مقدار میں پانی زمین پر نازل فرمایا۔ جو قیامت تک اس کرے کی ضروریات کے لئے اس کے علم میں کافی ہے۔ اب اس کے ذخیرے میں اللہ تعالیٰ کے منشا کے بغیر ایک قطرے کا اضافہ بھی نہیں ہوسکتا۔

پانی، ہائڈروجن اور آکسیجن۔ دوگیسوں کے امتزاج سے بنا ہے۔ کون تھا جس نے ایک وقت میں اتنی ہائڈروجن اور آکسیجن ملا کر اس قدر پانی بنا دیا؟ اور کون ہے جو اب ان ہی دو گیسوں کو اس خاص تناسب کے ساتھ ملنے نہیں دیتا جس سے پانی بنتا ہے حالانکہ دونوں گیس اب بھی دنیا میں موجود ہیں جب پانی بھاپ بن کر ہوا میں اڑ جاتا ہے۔ تو اس وقت کون ہے جو آکسیجن اور ہائڈروجن کو الگ الگ ہو جانے سے روکے رکھتا ہے؟

اگر ہوا میں بھاپ سے آکسیجن اور ہائڈروجن جدا ہو جائیں تو بارش نہیں پڑے گی اور ذخیرۂ آب جلدی ختم ہو جائیں گے۔

منکرین خدا کو ائمہ دین کا جواب

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ منکرین خدا نے اماما ن دین سے بھی اللہ تعالیٰ کے وجود ذی جود کے بارے میں سوال کیا ہے۔ رازی نے لکھا ہے کہ رشید نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ وجود خدا پر کیا دلیل ہے۔ انھوں نے یہی استدلال کیا کہ زبانوں، آوازوں اور رنگوں کا اختلاف بڑی نشانی ہے۔

کسی زندیق نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ وجود خدا پر کیا دلیل ہے۔ انھوں نے کہا۔ مجھ سے لوگوں نے کہا کہ ایک کشتی طرح طرح کا سامان لے کر دریا میں چلی جاتی ہے کوئی اس کا چلانے والا نہیں۔ وہ خود ہی آتی جاتی چلتی پھرتی رہتی ہے۔ لوگوں نے کہا یہ بات تو عاقل نہیں کہے گا۔ انھوں نے کہا بھلا یہ ساری موجودات جس میں عالم علوی اور سفلی بھی ہے۔ یہ مضبوط و محکم چیزیں جو اس کائنات میں پائی جاتی ہیں کیا بے صانع ہیں۔ سب لوگ حیران ہو کر اسلام لائے۔

امام شافعیؒ سے کسی نے وجود صانع کے بارے میں ثبوت مانگا۔ انھوں نے کہا۔ دیکھو یہ توت کے پتے ہیں۔ ان کا ایک ہی مزہ ہے۔ کیڑا ان کو کھاتا ہے تو ابریشم بنتا ہے۔ شہد کی مکھی کھاتی ہے۔ تو شہد نکلتا ہے اور بکری کھاتی ہے تو مینگنی اور گوبر ہو جاتا ہے۔ ہرن کھاتا ہے تو مشک نکلتا ہے۔ حالانکہ یہ سب ایک ہی چیز ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ سے جب کسی نے یہی سوال کیا۔ تو انھوں نے کہا۔ یہاں ایک مضبوط قلعہ ہے۔ باہر سے جیسے سفید چاندی اور اندر سے جیسے صاف سونا۔ اچانک اس

قلعے کی دیوار ٹوٹ گئی۔ اس میں سے ایک جانور سنتا دیکھتا اچھی شکل کا نکلا یعنی انڈے سے چوزا۔ یہی اللہ تعالیٰ کے وجود ذی جود کا بیّن ثبوت ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شد

نواب صدیق حسن خاںؒ نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن بلطائف البیان میں لکھا ہے کہ کسی نے ایک اعرابی سے پوچھا کہ خدا کے وجود پر کیا دلیل ہے۔

اس نے جواب دیا۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ اِنَّ الْبَعْرَ لَیَدُلُّ عَلَی الْبَعِیْرِ وَاِنَّ اَثَرَ الْاَقْدَامِ لَیَدُلُّ عَلَی الْمَسِیْرِ فَسَمَآءٌ ذَاتُ اَبْرَاجٍ وَاَرْضٌ ذَاتُ فِجَاجٍ وَبِحَارٌ ذَاتُ اَمْوَاجٍ اَلَا تَدُلُّ ذَالِکَ عَلٰی وُجُوْدِ اللَّطِیْفِ الْخَبِیْرِ

یعنی بڑے تعجب کی بات ہے کہ مینگنی اونٹ کے نکلنے پر دلالت کرتی ہے۔ قدم کا نشان چلنے پر دلالت کرتا ہے۔ تو یہ برجوں والا آسمان۔ یہ درار والی زمین۔ یہ موج مارنے والے دریا کیا اللہ تعالیٰ کی ہستی پر دلالت نہیں کرتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ سورہ لقمان میں فرماتا ہے: هٰذَا خَلْقُ اللّٰہِ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے۔ ساتھ ہی منکرین وجود خدا کو چیلنج کرتا ہے:

فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ

یعنی اگر خدا تعالیٰ نہیں تو دکھاؤ کہ اس کے بغیر دوسروں نے کیا بنایا ہے۔

نظامِ فطرت اور نظامِ قدرت

منکرین خدا کا سب سے بڑا حربہ نظامِ فطرت پر الطائکیہ ہے۔ نظامِ فطرت LAW OF NATURE کو عادتِ جاریہ کہتے ہیں۔ کائنات میں اگرچہ عام طور پر نظامِ فطرت پر عمل ہو رہا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً اپنے وجودِ ذی جود کا اظہار کرنے کے لئے اس نظامِ فطرت کو معطل کر کے نظامِ قدرت غالب کر دیتا ہے نظامِ فطرت کے تحت آگ کی خصوصیت جلانا ہے۔ اسی طرح پانی کی فطرت نیچے بہنا ہے۔ لیکن نظامِ قدرت کسی وقت آگ اور پانی کی یہ خصوصیات ختم کر کے رکھ دیتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو زبردست آگ کے گڑھے میں ڈال دیا گیا۔ نظامِ فطرت کے تحت آگ میں انھیں جل جانا تھا۔ لیکن نظامِ قدرت کے غالب ہاتھ نے اسی آگ کو ان کے لئے گلزار بنا دیا اور وہ کئی دنوں کے بعد آگ سے بالکل صحیح سلامت نکلے۔ اس واقعہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ عنکبوت میں فرمایا: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ یعنی اس واقعہ میں ایمانداروں کے لئے کھلی نشانیاں ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کا باپ آزر تک نظامِ قدرت کے اس مظاہرے سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ وہ بے ساختہ بول اٹھا نِعْمَ الرَّبُّ رَبُّكَ یَا اِبْرَاهِیْمُ یعنی اے ابراہیمؑ! تیرا رب بہت اچھا اور مہربان پالنہار ہے۔ اس طرح آزر نے بھی اللہ تعالیٰ کے وجودِ ذی جود کا اقرار کیا۔

اسی طرح جب حضرت موسیٰؑ اور آپؑ کی جماعت بحیرۂ قلزم کے کنارے پر پہنچی۔ تو آپؑ نے حکمِ الٰہی کے تحت اپنا عصا پانی پر مار دیا۔ نظامِ فطرت

بالائے طاق رہ گیا اور پانی معلق رہ کر سمندر کے بارہ کوچے بن گئے اور حضرت موسیٰؑ اپنی جماعت لے کر سمندر سے پار پہنچ گئے۔ پانی کا معلق رہنا محض نظام قدرت کا کرشمہ تھا۔ پھر جب حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل سمندر کے اس پار پہنچے تو فرعون اور اس کا لشکر سمندر کے اس پار ساحل پر آپہنچا۔ اس وقت پانی برابر معلق تھا فرعون جو اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر تھا۔ یہ سمجھا کہ پانی تو اتفاق سے معلق رہ گیا ہے۔ معلق ہی رہے گا۔ چنانچہ وہ اور اس کے لشکری سمندر کے خشک راستوں میں کود پڑے نظام قدرت فوراً دوبارہ حرکت میں آیا اور اس نے نظام فطرت کو اپنا معمول کا کام جاری رکھنے کا موقع دیا۔ چنانچہ پانی پھر بہنے لگا اور سمندر جوش مارنے لگا فرعون اور اس کے سب لشکری غرق ہو گئے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کے وجود ذی جود کا اظہار تھا۔

ایک روایت کے مطابق جب نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو غلہ نہیں دیا۔ تو راستے میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے لئے نظام قدرت عمل میں لایا اور ریت کو ان کے لئے آٹا بنا دیا۔ ریت کا آٹا بننا عقلیت کے پرستاروں کو محال دکھائی دے گا۔ لیکن نظام قدرت سبب کا محتاج نہیں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے سبب کے بغیر ہی کسی چیز کو وجود میں لاتا ہے یا اس کی ہیئت بدلتا ہے۔

قرآن حکیم میں بہت سے ایسے واقعات ہیں جن سے نظام فطرت پر نظام قدرت کے غلبے کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت یونسؑ کو سمندر میں ایک بڑی مچھلی WHALE نے نگل لیا۔ نظام فطرت کے تحت مچھلی نے ان کے بدن مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھایا ہوتا

لیکن نظامِ قدرت کی روسے اللہ تعالیٰ نے ان کے بدن کو بالکل صحیح سلامت رکھا پھر دوبارہ نظام قدرت کے تحت مچھلی نے حضرت یونسؑ کو کنارے پر اگل دیا۔ اگر اگلنا ہی تھا تو سمندر کی قعر میں کیوں نہیں اگل دیا۔ کنارے پر کیوں اگل دیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو انھیں بچانا تھا۔ یہی اللہ تعالیٰ کے وجودِ ذی جود کا بیّن ثبوت ہے۔

عقلیت کے مدعی کہتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ میں جا کر کسی انسان کا زندہ رہنا اور پھر وہاں سے زندہ واپس نکلنا ناممکن ہے لیکن حالیہ تواریخ میں اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے پیٹ سے انسان کو زندہ نکلنے کا واقعہ دکھا کر منکرین خدا کو خاموش کر دیا ہے۔ جریدہ اردو ڈائجسٹ برائے فروری ۱۹۶۴ء میں لکھا گیا ہے کہ برطانیہ کے ساحل کے قریب اگست ۱۸۹۱ء میں ایک جہاز اسٹار آف دی ایسٹ (START OF THE EAST) پر کچھ مچھیرے ویل (WHALE) کے شکار کے لئے گہرے سمندر میں گئے۔ وہاں انھوں نے ایک بہت بڑی مچھلی کو جو بیس فٹ لمبی۔ پانچ فٹ چوڑی اور سو ٹن وزنی تھی۔ شدید زخمی کر دیا۔ مگر اس سے جنگ کرتے ہوئے جیمز بارٹلے (JAMES BARTLEY) نامی ایک مچھیرے کو اس کے ساتھیوں کی آنکھوں کے سامنے مچھلی نے نگل لیا۔ بعد میں اس جہاز کے لوگوں کو یہ مچھلی مری ہوئی مل گئی۔ انھوں نے بمشکل اسے جہاز پر چڑھایا اور پھر طویل جدوجہد کے بعد جب اس کا پیٹ چاک کیا تو جیمز بارٹلے اس کے اندر سے زندہ برآمد ہو گیا۔ یہ شخص مچھلی کے پیٹ میں پورے ساٹھ گھنٹے رہا تھا۔

اس واقعے کا ذکر تفہیم القرآن جلد چار صفحہ ۳۰۸ پر بھی کیا گیا ہے اور یہ واقعہ عقلیت کے شیدائیوں کو خاموش کرنے کے لئے کافی ہے۔ مچھلی کے بارے میں

ایک اور عجیب واقعہ ۱۹۸۳ء میں کویت کے ساحل کے نزدیک فلا کا نام کے ایک جزیرے میں پیش آیا۔ اخبار ٹائمز آف انڈیا مورخہ ۹ نومبر ۱۹۸۳ء کی ایک خبر میں بتایا گیا ہے کہ اس جزیرے میں پانچ بچوں کی ماں ایک مفلوک الحال خاتون رہتی تھی۔ اس کا نام نصرت محمود علی تھا۔ وہ دایہ کا کام کرکے اپنے بچوں کا پیٹ پالتی تھی۔ ایک دن اس نے ایک مچھلی خریدی اور جب اس کا پیٹ چاک کیا۔ تو وہاں سے اسے ایک ہیرا ملا جس کی قیمت دو لاکھ تیس ہزار امریکی ڈالر یعنی لگ بھگ پچیس ۲۵ لاکھ ہندوستانی روپیہ تھی۔ اس خبر کی سرخی تھی۔ DEAD FISH YIELDS $ 230,000 PEARL

نظامِ فطرت کے تحت ایک مچھلی سونا اور ہیرے نہیں کھاتی۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ چاہے۔ تو اسے قیمتی دھاتیں اور ہیرے بھی کھلا سکتا ہے۔

ہاتھی والوں کا قصہ بھی اللہ تعالیٰ کے وجودِ ذی جود کا بیّن ثبوت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے کچھ ماہ پہلے ایک نصرانی کمانڈر ابرہہ کعبہ اللہ کو ڈھانے کے لئے ایک بھاری لشکر لے کر یمن سے مکہ کی طرف آیا۔ اس لشکر میں ہاتھی بھی تھے۔ یہ لشکر مکہ کے باہری علاقے میں پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کا اظہار کرکے چھوٹے چھوٹے پرندوں سے اپنے گھر کی حفاظت کی۔ یہ ابابیل ریت کے دانوں کو لے کر آئیں اور انھیں ہاتھی والوں پر گرایا۔ مکہ کے باشندوں کے دیکھتے دیکھتے ریت کے دانوں کو ہاتھی والوں کی ہلاکت کے لئے ایٹم بم بنا دیا گیا۔ اس کا ذکر قرآن مجید کے سورہ فیل میں کیا گیا ہے۔ اگر نظامِ قدرت کا اظہار نہ ہوتا تو ریت کے دانے سے یا چھوٹی کنکریوں سے خواہ وہ کتنی ہی بلندی سے ڈال دی جائیں۔ ہاتھی جیسے عظیم الجثہ اور مضبوط جانور کیسے ہلاک ہوں گے۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ ابابیل

جانوروں نے دوسو میل کی بلندی سے جہاں تک کرہ ہوا ہے۔ ریت کے دانے یا کنکریاں پھینکیں۔ تو کیا عقل مان سکتی ہے کہ وہ ریت کے دانے یا کنکریاں زمین پر اس رفتار اور زور سے پڑیں کہ ان سے ہاتھی ہلاک ہو سکیں۔ یہاں ماننا پڑتا ہے کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے نظام قدرت کا اظہار تھا۔ یہ بھی مروی ہے کہ مکہ والوں نے ابرہہ کو تمام حجاز کا تہائی مال دینا چاہا تاکہ وہ کعبہ کو منہدم کرنے کے ارادہ سے باز آئے۔ لیکن اس نے قبول نہ کیا۔ عبدالمطلب اس کے یہاں سے اپنے اونٹ جو اس نے پکڑ لئے تھے۔ واپس لے کر آئے اس وقت اس نے یہ دعائیہ اشعار پڑھے۔

لَاهُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ يَمْنَعُ رَحْلَهٗ	ہم بے فکر ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہر گھر والا
فَامْنَعْ رِحَالَكَ لَا يَغْلِبَنَّ	اپنے گھر کا بچاؤ خود کرتا ہے۔ خدایا
صَلِيْبُهُمْ وَمِحَالُهُمْ اَبَدًا	تو بھی اپنے گھر کو دشمنوں سے بچا۔
مِحَالَكَ	

ابرہہ نے دوسرے دن صبح کو لشکر کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کیا۔ اس وقت نفیل بن حبیب جو اس سے راستہ میں لڑ چکا تھا اور جواب بطور قیدی اس کے ساتھ تھا۔ آگے بڑھا اور شاہی ہاتھی محمود کا کان پکڑ کر اس سے کہا۔ محمود بیٹھ جا اور جہاں سے آیا ہے۔ وہیں خیریت سے چلا جا۔ تو خدا تعالیٰ کے محترم شہر میں ہے۔ یہ کہہ کر اس نے ہاتھی کا کان چھوڑ دیا اور بھاگ کر قریب کے پہاڑی میں جا چھپا۔ محمود ہاتھی یہ سنتے ہی بیٹھ گیا۔ ہزار جتن کے باوجود اپنی جگہ سے نہ ٹلا۔ پھر بطور امتحان کے اس کا منہ یمن کی طرف کر کے چلانا چاہا۔ تو جھٹ سے کھڑا ہو کر دوڑتا ہوا چل دیا۔ شام کی طرف بھی جلدی چلا۔ نفیل بن حبیب اور دیگر اہل مکہ پہاڑیوں پر چھپ کر بچشم خود دیکھ رہے

تھے۔ کہ چھوٹے چھوٹے پرندوں کے دانے کس طرح ہاتھی والوں کو کتر رہے تھے۔ نفیل بن حبیب پہاڑ پر کھڑا یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

اَیْنَ الْمَفَرُّ وَالْاِلٰہُ الطَّالِبُ — یعنی اب جائے پناہ کہاں ہے۔ خدا خود تاک
وَالْاَثْرَمُ الْمَغْلُوْبُ لَیْسَ — میں ہے پس تو۔ بدبخت اثرم مغلوب ہو گیا
الْغَالِبُ — اور اب وہ پنپنے کا نہیں۔

نفیل بن حبیب نے اس واقعہ کے متعلق بہت سے اشعار کہے ہیں۔ ان میں یہ بھی ہے "کاش تو اس وقت موجود ہوتا۔ جبکہ ان ہاتھی والوں کی شامت آئی اور وادی محصب میں ان پر عذاب کے سنگریزے برسے۔ تو اس وقت خدائی لشکر یعنی پرندوں کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑتا (یعنی اللہ تعالیٰ کا وجود ذی جود دیکھتا)

نظام فطرت کی رو سے بچہ پیدا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مرد اور عورت کے نطفے عورت کی بچہ دانی میں جمع ہو جائیں۔ اس کے بغیر بچے کی ولادت نہیں ہو سکتی لیکن جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو نظام قدرت کے ذریعے اس سبب کے بغیر بھی بچہ تولد کرتا ہے۔ حضرت آدمؑ کو پدر اور مادر کے بغیر پیدا کیا گیا۔ پھر ان کی بیوی حضرت حواؑ کو ان ہی کے بدن سے نکالا گیا۔ حضرت عیسیٰؑ کو بغیر پدر کے ماں کے رحم سے پیدا کیا گیا۔ یہاں مرد اور عورت کا اختلاط نہیں تھا۔ البتہ فرشتے کا نفخ تھا۔ اس سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ۔ جب حضرت مریمؑ اپنے بچے کو گود میں لے کر واپس آئیں تو قوم کے افراد نے کہا کہ وہ ایک طوفان بپا کر کے آئی ہے۔ لوگ نظام فطرت پر تکیہ کر کے سوچنے لگے کہ مریمؑ نے العیاذ باللہ بدکاری کی ہے۔ ایک عورت نے غصے میں آ کر جب حضرت مریمؑ کو تھپڑ مارنا چاہا۔ تو وہ عورت محض تھپڑ کے ارادہ سے

خود حاملہ ٹھہری۔ یہاں نہ مرد و زن کا اختلاط تھا۔ نہ کسی فرشتے کا نفخ۔ فقط اللہ تعالیٰ کو یہ دکھانا مقصود تھا کہ وہ سبب کا محتاج نہیں۔ جو چاہے سبب کے بغیر بھی کر سکتا ہے۔ نظامِ قدرت کا ایسا اظہار ہر زمانے میں وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے۔ لیکن منکرین خدا تاریخ کے ان سب واقعات کو نظر انداز کر کے دہریوں کی طرح انھیں اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ کہتے ہیں۔ لیکن دنیا کے مختلف ممالک میں جو انوکھے واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔ ان میں سے چند واقعات یہ ہیں۔ جن سے ہر شخص کو طوعاً و کرہاً اللہ تعالیٰ کے وجود ذی جود کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

نئی دہلی کے اخبار اسٹیٹسمین مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۷۹ء میں پہلے صفحے پر خبر شائع ہوئی ہے کہ برطانیہ میں سائنس کی تاریخ میں ایک کرشمہ ہوا ہے جب ایک عورت مسز ایلی سن ٹراٹ (MRS. ALISON TROTT) نے ایک خوبصورت بچے کو جنم دیا حالانکہ اس کی بچہ دانی نہیں تھی۔ ایسوسی ایٹڈ پریس نے برطانوی محکمہ صحت کے سرکاری ذرائع کا حوالہ دے کر بتایا کہ اس عورت کی بچہ دانی ایک آپریشن کے ذریعے نکال دی گئی تھی اور ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ اسے اب بچہ نہیں ہو سکتا لیکن آپریشن کے گیارہ ماہ گزرنے کے بعد اس تیئس سالہ عورت نے ایک بچے کو جنم دیا۔ ہسپتال کے ماہروں نے ایک واقعہ کو ایک کرشمہ قرار دیا۔ منکرین خدا اس واقعہ کے بارے میں کہنے لگے۔ کہ بچہ کے انڈے عورت کی کسی انتڑی کی کھوکھلی جگہ ہو سکتی ہے جس میں بچہ پرورش پا کر پانچ چھ پونڈ وزن کا ہو جائے۔ اگر کسی انتڑی میں کوئی چیز پھنس جائے یا معمولی سا ورم ہو جائے تو سارے بدن میں تکلیف ہوتی

ہے اور نتائج خطرناک ہو سکتے ہیں۔ انتڑی کی کھو کھلی جگہ میں بچّہ کے پرورش پانے کے غیر فطری بات صرف وہی گمراہ کر سکتے ہیں۔ جنھیں اللہ تعالیٰ کے وجود ذی جود پر یقین نہ ہو۔

دوسرا ایسا واقعہ نیوزی لینڈ میں ہوا ہے۔ اخبار ٹائمز آف انڈیا مورخہ ۱۷ر مئی ۱۹۷۹ء کے صفحہ ۱۳ پر خبر چھپی۔ رائٹر نے آک لینڈ سے اطلاع دی کہ وہاں نیشنل ویمنز ہسپتال میں پندرہ مئی ۱۹۷۹ء کو ایک عورت مسز مارگریٹ مارٹن (MRS. MARGARET MARTIN) نے اپنی بچہ دانی نکلوانے کے نو ماہ بعد ایک لڑکی کو جنا جس کا وزن پانچ پونڈ تھا۔ ہسپتال کے سپرنٹنڈنٹ نے کہا کہ یہ بہت حیران کن واقعہ ہے۔

ہندوستان کے شہر ناگا پٹنم میں بھی حمل اور وضع حمل کا ایک ایسا واقعہ ہوا۔ جس سے اللہ تعالیٰ کے وجود ذی جود کا بین ثبوت ملتا ہے۔ اس واقعہ کو RARE PREGNANCY یعنی نادر طریقہ حمل بتایا گیا۔ اخبار ٹائمز آف انڈیا مورخہ ۲۶ر جون ۱۹۸۰ء کے صفحہ ۵ پر شائع شدہ یو این آئی کی ایک خبر کے مطابق ایک عورت مسز پالانی اَمّت (MRS.PALANI AMMAT) کے پیٹ میں آپریشن کر کے ایک جگہ سے ایک لڑکی نکالی گئی حالانکہ بچّہ دانی خالی تھی۔ غور کا مقام ہے کہ اگر بچّہ دانی خالی تھی تو بچہ کہاں پرورش پا گیا۔ کیا بچہ کے لئے رحم کے بغیر اور کوئی جگہ ہو سکتی ہے؟

نظامِ فطرت کے تحت عورت کے سینے میں صرف دو چھاتیوں سے بچے کی غذا کا انتظام ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ چاہے۔ تو عورت کے لئے تیسری چھاتی بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اخبار ٹائمز آف انڈیا مورخہ ۶ر جولائی ۱۹۸۲ء میں صفحہ ۱ پر ایک خبر

کی سرخی یوں دی گئی ہے۔ WOMAN DEVELOPS THIRD BREAST

خبر کے مطابق بنگلہ دیش میں جیسور ضلع کے ماگوراسب ڈویژن میں ۲۸ سالہ ایک عورت ماجدہ خاتون کے سینے پر تیسری چھاتی نمودار ہوئی۔ یہ عورت چار بچوں کی ماں ہے اور وہ اپنے بچوّں کو اس تیسری چھاتی سے بھی دودھ پلاتی ہے اس واقعہ سے ڈارون کا فلسفہ ارتقا بھی غلط ثابت ہوتا ہے۔

نظام فطرت کی رو سے ہر انسان کی چھاتی میں بائیں طرف دل ہوتا ہے۔ لیکن نظام قدرت کے تحت جب اللہ تعالیٰ منکرین و ملحدین کی آنکھیں کھولنا چاہے تو کسی کے سینے پر دل کو دائیں طرف بھی ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ اخبار ٹائمز آف انڈیا مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۵ء کے سرورق پر نئی دہلی کی ایک خبر کے مطابق اکیس سال کے ایک طالب علم ایس۔پی گپتا کی چھاتی پر دائیں طرف دل دیکھا گیا۔ خبر میں بتایا گیا

"ACCORDING TO DR.D.RAJ MAHAJAN A HEART SURGEON, WHO EXAMINED HIM, THIS ANOMOLY HAS NO EFFECT ON HIS (THE BOY'S) HEALTH AND ALL ORGANS OF HIS BODY ARE FUNCTIONING NORMALLY. DESCRIBING THE CASE AS ONE OF NATURE'S FREAK'S, DR. MAHAJAN SAID IT WAS A CASE OF HAVING ORGANS ON THE REVERSE SIDE, BUT AN EXTREME RARITY."

ایک جراح قلب ڈاکٹر ڈی راج مہاجن کے مطابق جس نے اس بچے کا معائنہ کیا۔ اس بے ترتیبی سے لڑکے کے صحت پر کوئی اثر نہیں پڑا ہے اور اس کے بدن کے تمام اعضاء معمول کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر مہاجن نے اس واقعہ کو قدرت کا ایک عجیب واقعہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ایک ایسا واقعہ ہے۔ جس میں اعضاء الٹے طرف ہیں لیکن شاذ ہی ایسا ہوتا ہے۔

یہ انوکھا پن دراصل اللہ تعالیٰ کے وجود ذی جود کو ظاہر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ جاثیہ میں فرماتا ہے۔

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ وَفِیْ خَلْقِکُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ	بیشک آسمان و زمین میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں (اللہ تعالیٰ کے وجود کی) اور خود تمہاری پیدائش میں اور جو چلنے والے پھیلائے ان میں یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نظام قدرت کے کچھ اور کرشمے نیچے بیان کئے جاتے ہیں ان سے منکروں کی آنکھیں کھلنی چاہیئے۔

اخبار ٹائمز آف انڈیا مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۸۵ء میں صفحہ ۹ پر خبر دی گئی ہے کہ امان (اردن) میں ایک لڑکی کو دیکھا گیا ہے۔ جس کے چار گردے ہیں۔ اس کی عمر بیس سال تھی۔ جب وہ پیٹ میں شدید تکلیف کی وجہ سے ہسپتال میں گئی تو ڈاکٹروں نے اس کے بدن میں چار گردے پائے۔ عام طور پر انسانی جسم میں صرف دو گردے ہوتے ہیں۔

اخبار ٹائمز آف انڈیا مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۸۰ء کے مطابق ہندوستان کے راما کرشنا سیوا پرتی شان میں ۱۹۸۰ء میں ایک دم دار بچہ پیدا ہوا۔ اس کے دم کی لمبائی پانچ سینٹی میٹر تھی۔ میڈیکل ماہرین نے اعتراف کیا کہ ہندوستان کی میڈیکل تاریخ میں یہ انوکھا واقعہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہے۔ اسی اخبار کی ۱۰ ستمبر ۱۹۸۴ء کی اشاعت کے مطابق چین کے صوبہ زی جیانگ میں بھی ایک عورت نے ایک دم دار لڑکی کو جنم دیا۔

دم دار بچوں کی پیدائش کے یہ واقعات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ڈارون کا فلسفۂ ارتقا محض ایک ڈھونگ ہے۔ ڈارونیزم کی روسے آج سے کروڑوں اربوں سال پہلے انسان کا کہیں وجود ہی نہیں تھا۔ عمل ارتقاء کے ذریعے بندر سے لنگور اور پھر رفتہ رفتہ اس سے انسان نمودار ہوا۔ بندر جب تک بندر تھا۔ وہ دم بھی رکھتا تھا۔ پھر ارتقاء سے وہ دم وغیرہ کھو بیٹھا اور بے دم انسان کی صورت اختیار کر گیا۔ اگر یہی تھیوری مان لی جائے تو پوچھا جا سکتا ہے کہ اب کیسے کسی انسان زاد کی جسم پر دم ہو سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان ہی جیسے واقعات کے پیش نظر بیشتر سائنسدانوں کو یقین ہو گیا ہے کہ ڈارونیزم سراسر غلط اور رفریب ہے۔ جو منکرین خدا نے عوام الناس کو گمراہ کرنے کے لئے پیش کیا ہے۔

ڈارون کے شیدائی کہتے ہیں کہ انسان غیر انسانی اور نیم انسانی حالت کے مختلف مدارج سے ترقی کرتا ہوا مرتبۂ انسانیت تک پہنچا ہے۔ اس کے برعکس قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ انسانیت کا آغاز خالص انسانیت سے ہی ہوا ہے۔ اس کی تاریخ کسی غیر انسانی حالت سے کوئی رشتہ نہیں رکھتی۔ وہ روز اول سے انسان ہی بنایا گیا تھا اور خدا تعالیٰ نے کامل انسانی شعور کے ساتھ پوری روشنی میں اس کی ارضی زندگی کی ابتدا کی تھی۔ قرآن کریم کا یہی انکشاف صحیح ثابت ہوا ہے۔

نظامِ قدرت کی برتری کے واقعات اکثر و بیشتر دنیا کے مختلف علاقوں میں نمودار ہوتے ہیں۔ اسرائیل میں ایک عورت سے ایک ایسی لڑکی پیدا ہوئی جس کی تین ٹانگیں۔ حوالہ کے لئے دیکھئے اخبار ٹائمز آف انڈیا مورخہ ۲۲ر نومبر ۱۹۸۴ء۔

اسی اخبار کی ۲۴ر نومبر ۱۹۸۴ء کی اشاعت میں چھپی ہوئی ایک خبر میں بتایا گیا کہ ڈھاکہ میں ایک پچیس سالہ خاتون نے ایک ایسے بچے کو جنم دیا جس کے دو سر اور تین ہاتھ ہیں۔ ہسپتال کے سرجن ڈاکٹر سعید المامون نے بتایا کہ اس بچے کے دو ہاتھ اس کے دائیں طرف اور تیسرا کمر پہ ہے۔

ایک اور انوکھے واقعہ کی اطلاع اخبار ٹائمز آف انڈیا مورخہ ۲۳ر دسمبر ۱۹۸۴ء میں ملی ہے۔ اس کے مطابق آسام میڈیکل کالج ہسپتال ڈبرو گڑھ میں ایک ایسا نرینہ بچہ پیدا ہوا۔ جس کے پیٹ میں ایک اور بچہ تھا۔ جو آپریشن کے ذریعے نکالا گیا۔ یہ بھی میڈیکل کی تاریخ میں ایک عجیب وغریب واقعہ ہے۔ اس سے قرآن حکیم کی اس آیت کی سرمدی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے اور کرے گا۔

خالق کائنات کی کاریگری کے ایک اور واقعہ کی اطلاع اسی اخبار یعنی ٹائمز آف انڈیا مورخہ ۲۸ر جنوری ۱۹۸۵ء میں صفحہ ۹ پر دی گئی ہے۔ اس کے مطابق چین میں ایک ایسی لڑکی اس وقت (یعنی ۱۹۸۵ء میں) بھی موجود ہے۔ جو افسانی انسان للی پٹ جیسی ہے۔ اس کا نام XIA JIANQUAM ہے۔ یہ پندرہ سالہ لڑکی ایک دیہاتی ڈاکٹر کی دختر ہے۔ جس وقت وہ پیدا ہوئی وہ بہت کمزور تھی۔ اس کی لمبائی پندرہ سینٹی میٹر یعنی چھ انچ تھی اور اس کا وزن ڈھائی سو گرام یعنی ایک پاؤ تھا اس کا باپ اسے ایک رومال میں لپیٹ کر جیب میں رکھتا تھا اور اپنی ہتھیلی پر رکھ کر اس کے ساتھ کھیلتا تھا۔ ۱۹۸۵ء میں اس کی عمر پندرہ سال تھی۔ اس وقت اس کا قد تین فٹ سے کم تھا اور وزن ساڑھے سات کلو تھا۔

خدا تعالیٰ کے وجود ذی جود کا انکار کرنے والوں کی یہ دلیل بھی غلط اور بے تکی ثابت ہوئی ہے کہ زندگی فقط اسی دنیا کی ہے اور مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں۔ امریکہ اور کچھ دیگر یورپی ممالک میں سرکردہ محققوں اور مفکروں نے علی الاعلان کہا ہے کہ موت کے بعد ایک اور زندگی ہے اور وہی پائدار زندگی ہے۔ اسے THANATOLOGY یعنی علم الموت کہتے ہیں۔ مشہور مورخ اور مفکر برٹرنڈ رسل نے کہا ہے کہ اس دنیا کے علاوہ اس کے بعد اور کوئی زیادہ مکمل دنیا ہے۔ آرتھر کوئسلر نے جو پہلے مارکسسٹ تھے اپنے خیالات بدل کر ایک محققانہ مقالہ شائع کیا جس کا عنوان ہے IS THERE LIFE AFTER DEATH? یعنی کیا موت کے بعد زندگی ہے؟

منکرین خدا کچھ بھی کہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آخر کار وہ بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر اللہ تعالیٰ کے وجود ذی جود کا اقرار کرتے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ گزشتہ جنگ عظیم میں جب روس کے ملحدوں اور منکروں پر جرمن فوجوں کا نرغہ سخت ہو گیا۔ تو انھیں بھی خدا کو پکارنے کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ اسی طرح جب روسی حکمران اسٹالن پر بیماری کا حملہ ہوا۔ تو اس وقت منکرین خدا نے گرجا گھروں اور عبادت گاہوں کے دروازے کھولنے کے لئے کہا تھا۔ یہی شعوری یا غیر شعوری طور پر خدا کو تسلیم کرنا ہے۔

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے۔ انھیں اللہ تعالیٰ کے وجود ذی جود پر غیر متزلزل یقین ہے۔ وہ کسی کی بے تکی باتوں سے فریب نہیں کھاتے ان کا ایمان ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اس

دنیا کی بے ثباتی اور عالم عقبیٰ کی پائداری کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ سرمدی صداقت رکھتا ہے اور اس کی تصدیق اس دنیا میں وقت وقت پر ہونے والے واقعات سے ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو اس بات پر ایمان ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے منکرین خدا کے خرافات کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے وہ بھی حرف بہ حرف سچا ثابت ہو رہا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو سال پہلے اللہ تعالیٰ کے وجود ذی جود کا جو انکار کرنے والوں کے بارے میں خبر دے رکھی ہے۔ یہ آپؐ کا ایک بڑا معجزہ ہے۔

صحیح مسلم کی کتاب الایمان کے باب بَیَانِ الْوَسْوَسَۃِ فِی الْاِیْمَانِ میں سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَسْاَلَنَّکُمُ النَّاسُ عَنْ کُلِّ شَیْءٍ حَتّٰی یَقُوْلُوْا اللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَمَنْ خَلَقَہٗ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگ تم سے ہر بات پوچھیں گے۔ یہاں تک کہ یوں کہیں گے کہ خدا نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا۔

یہ سوال پوچھنے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہے ہی نہیں (العیاذ باللہ) صحیح مسلم کی اسی کتاب اور باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

فَبَیْنَا اَنَا فِی الْمَسْجِدِ اِذْ جَآءَنِیْ نَاسٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ فَقَالُوْا یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ ھٰذَا اللّٰہُ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰہَ قَالَ

فَاَخَذَ حَصًى بِلَقِهٖ فَرَمَاهُمْ بِهٖ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا قُوْمُوْا صَدَقَ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

یعنی ایک بار ہم مسجد میں بیٹھے تھے کہ کچھ گنوار لوگ آئے اور کہنے لگے اے ابو ہریرہؓ بھلا اللہ تو یہ ہے۔ اب اللہ کو کس نے پیدا کیا۔ یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک مٹھی بھر کنکریاں ماریں اور کہا۔ ہٹ جاؤ یہاں سے ہٹ جاؤ یہاں سے۔ میرے دوست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (منکرینِ خدا کے بارے میں) سچ فرمایا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَبَدًا اَبَدًا

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں وکشمیر

کی جانب سے شائع ہو کر مفت تقسیم ہونے والی کتابوں کی ایک جھلک

۱۔ کلمہ طیبہ
۲۔ اتباعِ رسولؐ
۳۔ ہندوستان میں اشاعتِ اسلام
۴۔ شیخ ابن باز کا پیغام مسلمانانِ عالم کے نام
۵۔ حقیقتِ شرک
۶۔ وجود باری تعالیٰ کا علمی ثبوت
۷۔ عقیدۂ توحید
۸۔ اسلامی پردہ
۹۔ اسلامی عقیدہ
۱۰۔ حدیثِ قبور
۱۱۔ تبلیغی نصاب اور قرآنی تعلیمات
۱۲۔ فریضۂ زکوٰۃ اور اسلام
۱۳۔ ہمارا امام
۱۴۔ اصلی اہلِ سنّت کون؟
۱۵۔ اصلاح عقیدہ
۱۶۔ ثعبان محمدی
۱۷۔ تحفۂ محمدی
۱۸۔ برأتِ محمدی
۱۹۔ تعویذِ محمدی
۲۰۔ رسوم اسلامیہ
۲۱۔ وہم ورسم اور شریعت
۲۲۔ تصوف کے چہرے مختلف ادوار میں
۲۳۔ بدعت اور سنت میں فرق
۲۴۔ مروجہ بدعات ورسوم کی حقیقت
۲۵۔ غور طلب سوالات
۲۶۔ اختلاف سنّت کے اسباب اور ان کا صحیح حل
۲۷۔ فضائل عشرۂ ذی الحجہ اور مسائل قربانی
۲۸۔ اسلام کی بنیاد
۲۹۔ رمضان المبارک کے فضائل واحکام
۳۰۔ اطاعتِ رسولؐ کی شرعی حیثیت
۳۱۔ محفلِ میلاد
۳۲۔ مسلمان اور قبر پرستی
۳۳۔ مساجد میں شور وغل
۳۴۔ شرعی طلاق
۳۵۔ استنجا اور وضو کے احکام ومسائل
۳۶۔ فوز المرام فی قراۃ فاتحہ خلف الامام
۳۷۔ فلسفہ قربانی با اصول قرآنی
۳۸۔ میں اہلِ حدیث کیوں ہوا۔
۳۹۔ اللہ تعالیٰ کا وجودِ ذی جود
۴۰۔ خمینی اور تشیع
۴۱۔ احسن الجزار فی تحقیق مسائل العزار۔
۴۲۔ حکم النبی بکفر من لایصلی المعروف بے نماز کا رسالہ
۴۳۔ ازالۃ الاشتباہ عن انوار الانتباہ
۴۴۔ قرآن خوانی اور ایصال ثواب
۴۵۔ ماہ ربیع الاوّل اور حبِ رسولؐ کے مظاہرے
۴۶۔ اہلِ تصوف کی کارستانیاں

ملنے کا پتہ: مکتبہ مسلم، بربر شاہ سری نگر ۱۹۰۰۰۱ (کشمیر)

اپیل

دینی تعلیمی اداروں کی بقا اہلِ خیر اور ہمدردوں کے تعاون پر منحصر ہے خصوصاً ایسے ملک اور معاشرہ میں جہاں اسلامی ادارے کسی سرکاری سرپرستی اور مراعات سے محروم ہوں، صرف یہی تعاون ان کی شہ رگِ حیات کو تازہ رکھتا ہے ملت کے لئے ان اداروں کی سرپرستی اور مالی تعاون ایک روایت نہیں بلکہ اہم ترین ملی و دینی فریضہ ہے جس سے انحراف خودکشی کے مترادف ہوگا۔ ہماری سینکڑوں سالہ ملی و جماعتی تاریخ شاہد ہے کہ یہ ادارے اصحابِ خیر کے تعاون سے ہی دینی تعلیم و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں۔ یہ پاکیزہ روایت آج بھی قائم ہے اور انشاء اللہ ملت و جماعت میں ایثار و تعاون کا یہ جذبہ آخر تک برقرار رہے گا۔ سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں و کشمیر بھی وقت کا وہ اہم ترین قدم ہے جو دینِ خالص کی بقا اور قرآن و سنت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اٹھایا گیا ہے۔ یہ قدم آگے ہی بڑھتا رہے اور اس مقدس شمع کی روشنی دور و نزدیک پھیلتی رہے اس کے لئے آپ کو بھی ایثار و تعاون کا قدم بڑھانا ہے۔ آپ کے ہم قدم ہونے پر ہی یہ کارواں منزلِ مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ والسلام

(سکریٹری ٹرسٹ)